

چناب کلب

اسد محمود کافون آیا کہ جناب کلب کا سالانہ لیکشن ہے۔ ووٹ ڈالنے ضرور آنا ہے۔ اسد میر اچھوٹ بھائی ہے۔ کلب کا سیکریٹری بھی رہ چکا ہے۔ حد درجہ محنتی اور فعال نوجوان ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لائل پور جاتے ہوئے حد درجہ اضطراب کا شکار ہو جاتا ہوں۔ یہ شہر میرے شعور اور لاشعور دونوں میں اس طرح رچ بس چکا ہے کہ اسی کیفیت میں سانس لیتا ہوں۔ والدین کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ والد اور والدہ کی قبریں، قبرستان میں ہوتی ہیں۔ نہیں صاحب اپنے محترم قربی افراد کی قبریں تودل میں ہوتی ہیں۔ جن میں ان کا ہر نقش محفوظ ہوتا ہے۔ آپ انھی یادوں کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ میرے جیسا جذبائی انسان تو اپنے والدین کی قبریوں سے ہرم جڑا رہتا ہے۔ بہر حال بات اسد کی ہو رہی تھی۔ چھوٹے بھائی کے حکم کو ظالاناً ممکن ہوتا ہے۔ ہماری سماجی روایت یہی ہے کہ نزدیکی لوگوں کی باتوں کا بھرم رکھا جانا لازم ہوتا ہے۔ ارادہ کر لیا کہ لائل پور جانا ہے اور لیکشن میں ووٹ ڈالنا ہے۔ میجر سجاد اکبر مرجم کا بیٹا سیکریٹری کے لیے امیدوار تھا۔ میجر سجاد صاحب سے نسبت رہی ہے۔ شاندار آدمی تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ عارف خان سے کلب کے لیکشن کی بات ہوئی۔ خان صاحب بھی کلب کے ممبر ہیں۔ انہوں نے بھی ووٹ ڈالنا تھا۔ دونوں نے وقت متعین کر لیا کہ دو پھر ایک بجے دفتر سے سیدھا لائل پور کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ ووٹ ڈال کرو اپس آجائیں گے۔ ایک دم ذہن میں آیا کہ افتخار چوہدری کو بھی دعوت سفردی جائے۔ چوہدری صاحب نیچ میٹ اور قربی دوست ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی، ڈاکٹر وقار کا کچھ دنوں پہلے انتقال ہوا تھا۔ افتخار حد درجہ دکھ کی کیفیت میں تھا۔ خواہش تھی کہ چوہدری صاحب ہمارے ساتھ لائل پور جائیں۔ چند گھنٹوں کے سفر سے زندگی کا بوجھل پن بھی قدرے کم ہو جائے گا اور ”معیاری گفتگو“ بھی ہوتی رہے گی۔ بتاتا چلوں کہ افتخار چوہدری کا تعلق بھی لائل پور سے ہے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور پھر سول سروس میں آگئے۔ ان کے زبان و بیان میں آبائی شہر کی چھاپ مضبوطی سے لگی ہوئی ہے۔ بہت کم لوگوں کو اندازہ ہو گا کہ لائل پور کے مقامی لوگوں کی گفتگو کا لہجہ حد درجہ منفرد ہے۔ جیسے ہی کوئی مقامی بندہ بات شروع کرتا ہے۔ بڑے آرام سے بتا سکتے ہیں کہ موصوف کا آبائی شہر لائل پور ہے۔ جیسے برادرم افتخار بولتے ہوئے ”لہیانہ“ کو طویل کر کے ”لہیجانہ“ کہتا ہے۔ خیر آج سے چار دن پہلے عارف خان افتخار چوہدری اور خاکسار عازم سفر ہوئے۔ چوہدری صاحب کو سول سروس کے نیچ یعنی 1984 نیچ کی بلبل کہتا ہوں۔ کسی بھی مجلس میں افتخار خاموشی سے بیٹھا رہے گا۔ لمبی موچھوں کے نیچے مسکراتا رہے گا۔ پھر ایک دم ایک ایسی چھل جھڑی چھوڑے گا کہ مغل کشت زعفران بن جائے گی۔ کم گوانسان مگر حد درجہ معیاری حس مزاج رکھنے والا نایاب شخص۔

لائل پور پہنچ تو ایک ایک سڑک، قریہ اور کوچ کی ماضی سے جڑی ہوئی زندگی نظروں کے سامنے آنے لگی۔ معلوم ہوتا تھا کہ گزرے ہوئے کل کی بات ہے مگر یہ سب کچھ پہنچ دہائیاں پہلے، یعنی پچاس برس پہلے کا قصہ ہے۔ پچھلی صدی کا۔ لائل پور میں ہر چیز بدل چکی ہے۔ آبادی کا سیلا ب، ٹریفک کا اڑ دھام، درختوں کا قتل اور عمارتوں کا بے ضابطہ جنگل، اب پرانے لائل پور یوں کے لیے ڈراؤنا خواب ہے۔ یقین نہیں آتا کہ یہ وہی میرا اپنا شہر ہے۔ پتہ نہیں لوگ، کس طرح اسے ترقی کا نام دیتے ہیں۔ لندن میں سیکڑوں برس پرانی عمارتوں کو اس طرح محفوظ رکھا گیا ہے کہ ان کا پلچر بنیادی طور پر تبدیل نہیں ہوا۔ لندن شہر کے مسائل تو بہر حال ہیں۔ مگر گورے نے اپنی ہر تاریخی چیز کو محفوظ رکھنے کے لیے بہت زیادہ محنت کی ہے۔ عرض کروں گا کہ موجودہ فیصل آباد اور اپنے شہر لائل پور کو کسی صورت بھی سمجھا نہیں کر پایا۔ چناب کلب پہنچ۔ پارکنگ کا کوئی با ضابطہ نظام نہیں تھا۔ جس کی مرخصی جہاں پر عود آئی۔ وہی پر گاڑی لگا کر کلب کے اندر چلا گیا۔ کوشش کے باوجود پارکنگ کے لیے کوئی معقول جگہ نہیں پائی۔ مجبوراً گاڑی ڈرائیور کے حوالے کر کے کلب آگئے۔ اسد نے میرا کلب کا رڑ پہلے سے بنوار کھا تھا۔ اندر گیا، تو سب سے پہلے بھائی آفتاب نظر آئے۔ جنہیں آپ رانا آفتاب کے نام سے جانتے ہیں۔ حد درجہ مخلص انسان اور اس سے بھی بڑھ کر مکمل ایماندار سیاست دان۔ انداز وہی پر جوش اور ولہ سے بھر پور۔ اتنی دیر میں علی اختر بھی نظر آیا۔ بلکہ اب تو احترام سے چوہدری علی اختر لکھنا پڑ رہا ہے۔ اختر میرے بچپن کا دوست ہے اور کمال ذہین انسان ہے۔ بذلہ سخنی اور شگفتہ گفتگو سے لبریز اچھا انسان۔ آج کل تحریک انصاف کا ایک پی اے بھی ہے۔ ان کے بڑے بھائی، چوہدری ظہیر جنہیں ہم ظہیر بھائی کے نام سے بچپن سے جانتے ہیں۔ وہ بھی موجود تھے۔ اختر سے تو اسکوں سے دوستی تھی اور ظہیر کیونکہ اس کے بڑے بھائی ہیں۔ اس لیے ان سے ہمیشہ احترام کا رشتہ رہا۔ یاد ہے۔ پرویز الہی جب پہلی بار وزیر اعلیٰ بنے تو بھائی ظہیر نے مجھے بتائے بغیر ان سے میرا ذکر خیر کیا۔ چوہدری صاحب نے بلا کر پوچھا کہ آپ کی چوہدری ظہیر سے کیا رشتہ داری ہے۔ جواب بالکل سادہ ساتھا کہ بڑے بھائی ہیں۔ پرویز الہی بھی وضع دار انسان ہیں اور تعلقات کو بجاہنا جانتے ہیں۔ تھوڑے دنوں میں چیف سیکریٹری نے بتایا کہ آپ کو فلاں ضلع میں بطور ڈسٹریکٹ بھجوایا جا رہا ہے۔ سن کر حیرت ہوئی۔ بھائی ظہیر سے ذکر کیا۔ ہنسنے لگے کہ میں نے آپ کے متعلق بات کی تھی۔ بہر حال اپنے انسان اچھے ہی ہوتے ہیں۔ علی اختر چار پہنچ منٹ کھڑا رہا۔ حد درجہ مصروف تھا۔ لوگوں کو لے کر ووٹ ڈالوارہا تھا۔ مگر چند منٹوں میں اختر نے اتنی اعلیٰ گفتگو کی کہ میں پندرہ بیس منٹ تو تو اتر سے ہنستا رہا۔ خدا، اختر، بھائی ظہیر اور بھائی آفتاب کو ہمیشہ شاداب رکھے۔

ووٹ ڈالنے کے لیے کافی لمبی لائن تھی۔ وہاں مشتاق دھامنہ صاحب کے بڑے بیٹے سکندر سے ملاقات ہوئی۔ انکل دھامنہ صاحب والد کے بہترین دوستوں میں سے تھے۔ بلکہ ہمارے گھر کے فرد تھے۔ کمال انسان، صاحبان، کمال انسان۔ انشورنس کمپنی میں حد درجہ اچھے عہدے پر فائز تھے۔ لائل پور میں بہترین گاڑیاں رکھنے کی بدولت معروف تھے۔ سکندر اور میں کافی دیریک بزرگوں کو یاد کرتے رہے۔ دھامنہ صاحب بھی آسودہ خاک ہیں۔ بخدا لکھتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ کیسے کیسے قیمتی لوگ، منوں مٹی اوڑھے سور ہے ہیں۔ ووٹ ڈالنے کے لیے ہاں میں داخل ہوا۔ تو محترم افسر ساجد صاحب بڑے عرصے کے بعد نظر آئے۔ افسر ساجد صاحب، عمده شاعر اور خوبصوردار انسان ہیں۔ سول سروس میں اس امنڈہ کا مقام رکھتے ہیں۔ ملتان میں جب اے سی اندر ٹریننگ گیا۔ تو ساجد صاحب کمشنر کے اسٹاف افسر تھے۔ بھلے زمانے کے افسروں کے متعلق اگر آج بات کروں تو شاید لوگ یقین نہیں کریں گے۔ ملتان میں افسر ساجد صاحب نے میرا بہت زیادہ خیال رکھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ لائل پور میں سما چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انھیں ہمیشہ روبرو ہے۔ ووٹ ڈالنے کے بعد، متفقہ طور پر کھانے کا پروگرام بنا۔ چوہدری افتخار کے ایک کزن تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ سیرینہ ہوٹل جانے پر بعندہ تھے۔ مگر عارف، طالب علم اور افتخار نے فیصلہ کیا کہ لائل پور کے مشہور جہانگیر مرغ پلاو پر جانا چاہیے۔ ایک زمانہ میں اس سے بہتر پلاو، کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ لوگ قطاروں میں لگ کر کھانے کی باری کا انتظار کرتے تھے۔ حد درجہ لذیز اور صاف سترہا پلاو صرف اسی دکان کا خاصہ تھا۔ وہاں پہنچ تو ہر چیز بدل چکی تھی۔ جہانگیر مرغ پلاو کے نام کی بڑی سی عمارت قائم تھی۔ اندر گئے تو صفائی کا بھی کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ خیر پلاو میکنوا یا۔ اس کے ذاتے اور پرانے ذاتے میں زین آسمان کا فرق تھا۔ ذہن میں آیا کہ جب پورے ملک میں ہر چیز زوال پذیر ہے تو کھانے پینے کی مشہور اشیاء بھی روبہ زوال ہونی چاہیں۔ بہر حال پرانے جہانگیر مرغ پلاو کو ہی یاد کرتے رہے۔ پہلی بار مجھے وہاں چچا اسلام لے کر گئے تھے۔ کامیاب وکیل اور کھانے پینے کے حد درجہ شو قین۔ جوانی میں ایک کارائیکسٹنٹ کا شکار ہو گئے۔ دکان سے نکلے تو شام ہو چکی تھی۔ افتخار نے بڑے غور سے گھنٹہ گھر کو دیکھا۔ اس کا بچپن لائل پور کی انھیں جگہوں پر گزر رہتا۔ اس کی آنکھوں میں پانی عود کر آیا تھا۔ افتخار کا گھر بھی گھنٹہ گھر کے نزدیک ہی تھا۔ انہی یادوں کو سمینے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ وقت بدل چکا ہے۔ اس کی یادیں، اب صرف یادیں ہی رہ چکی ہیں۔ خیر ہم لوگ وہاں سے جب واپس لاہور کی طرف روانہ ہوئے تو تمام دوست اور میں لائل پور میں اپنے گزرے ہوئے وقت کے اسیر تھے۔ کافی دیر خاموشی چھائی رہی۔ ہر کوئی اپنے گزرے وقت کی چانپ سننے میں مصروف تھا۔ میں تو خیر لاہور تک کوئی بھی بات نہ کر پایا۔ اس لیے کہ آج بھی میں پرانے شہر یعنی لائل پور میں آباد ہوں۔ لاہور اجنی سا لگتا ہے۔ پتہ نہیں برا درم حسن ثار اور میں اپنے آبادی شہر سے اتنا دور کیسے رہتے ہیں؟ میرے پاس تو کوئی جواب ہی نہیں ہے۔